نماز نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا اجمالی خاکہ دو مشہور احادیث کی روشنی میں

فضیلۃ الشیخ محمد بن عمر بازمول حفظہ اللہ

(سنئیر پروفیسر جامعہ ام القری ومدرس مسجد الحرام، مکہ مکرمہ)

ترجمہ: طارق علی بروہی

مصدر: شرح كتاب صفة صلاة النبي صلی اللہ علیہ وسلم للألباني۔

پیشکش: توحیدِ خالص ڈاٹ کام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شیخ محمد بن عمر بازمول حفظہ اللہ شیخ البانی رحمہ اللہ کی کتاب ”صفۃ صلاۃ النبی“ کی شرح کرنے سے پہلے کچھ تمہیدی باتوں میں نماز نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اجمالی خاکہ دو مشہور احادیث کی روشنی میں ذکر فرماتے ہیں:

میں یہاں نماز نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی اجمالی کیفیت کا ذکر کروں گا جس طرح ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اور حدیث مسيء الصلاۃ (اس شخص سے متعلق حدیث جو نماز کو صحیح طور پر نہیں پڑھ رہا تھا) میں ہے کہ جسے پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح طرح سے نماز پڑھنے کی تعلیم دی۔

ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی حدیث

محمد بن عمرو بن عطاء سے روایت ہے کہ:

”أَنَّهُ كَانَ جَالِسًا مَعَ نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرْنَا صَلَاةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ أَبُو حُمَيْدٍ السَّاعِدِيُّ: أَنَا كُنْتُ أَحْفَظَكُمْ لِصَلَاةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُهُ إِذَا كَبَّرَ جَعَلَ يَدَيْهِ حِذَاءَ مَنْكِبَيْهِ، وَإِذَا رَكَعَ أَمْكَنَ يَدَيْهِ مِنْ رُكْبَتَيْهِ ثُمَّ هَصَرَ ظَهْرَهُ، فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ اسْتَوَى حَتَّى يَعُودَ كُلُّ فَقَارٍ مَكَانَهُ، فَإِذَا سَجَدَ وَضَعَ يَدَيْهِ غَيْرَ مُفْتَرِشٍ وَلَا قَابِضِهِمَا وَاسْتَقْبَلَ بِأَطْرَافِ أَصَابِعِ رِجْلَيْهِ الْقِبْلَةَ، فَإِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ جَلَسَ عَلَى رِجْلِهِ الْيُسْرَى وَنَصَبَ الْيُمْنَى، وَإِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ قَدَّمَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى وَنَصَبَ

الْأُخْرَى وَقَعَدَ عَلَى مَقْعَدَتِهِ"[1] (حدیث کا یہ سیاق البخاری نے روایت کیا ہے)

(وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند اصحاب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا ذکر کیا، جس پر ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تم سب سے زیادہ یاد رکھی ہے میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ تکبیر کہتے تو اپنے ہاتھوں کو کندھوں تک لے جاتے۔

اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع کرتے تو گھٹنوں کو اپنے ہاتھوں سے پوری طرح پکڑ لیتے اور پیٹھ کو جھکا دیتے۔

پھر جب رکوع سے سر اٹھاتے تو اس طرح سیدھے کھڑے ہو جاتے کہ تمام جوڑ اپنی جگہ پر آجاتے۔

پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کرتے تو آپ اپنے ہاتھوں کو (زمین پر) اس طرح رکھتے کہ نہ بالکل پھیلے ہوئے ہوتے اور نہ سمٹے ہوئے اور پاؤں کی انگلیوں کے منہ قبلہ کی طرف رکھتے۔

پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعتوں کے بعد بیٹھتے تو بائیں پاؤں پر بیٹھتے اور دایاں پاؤں کھڑا رکھتے۔

اور جب آخری رکعت میں بیٹھتے بائیں پاؤں کو آگے کر لیتے اور دوسرے کو کھڑا کر دیتے پھر مقعد (کولہوں) پر بیٹھتے)۔

اور ابو داود نے اس سے زیادہ مکمل سیاق اور متعدد روایات کے ساتھ اسے نقل کیا ہے، جن کے مجموعی الفاظ کو میں یہاں ذکر کرتا ہوں:

محمد بن عمر بن عطاء سے روایت ہے فرمایا:

"سَمِعْتُ أَبَا حُمَيْدٍ السَّاعِدِيَّ فِي عَشَرَةٍ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم مِنْهُمْ أَبُو قَتَادَةَ، قَالَ أَبُو حُمَيْدٍ: أَنَا أَعْلَمُكُمْ بِصَلَاةِ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالُوا: فَلِمَ؟ فَوَاللهِ مَا كُنْتَ بِأَكْثَرِنَا لَهُ تَبَعًا وَلَا أَقْدَمِنَا لَهُ صُحْبَةً، قَالَ: بَلَى، قَالُوا: فَاعْرِضْ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَتَّى يُحَاذِيَ بِهِمَا مَنْكِبَيْهِ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حَتَّى يَقِرَّ كُلُّ عَظْمٍ فِي مَوْضِعِهِ مُعْتَدِلًا، ثُمَّ يَقْرَأُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ فَيَرْفَعُ يَدَيْهِ حَتَّى يُحَاذِيَ بِهِمَا مَنْكِبَيْهِ، ثُمَّ يَرْكَعُ وَيَضَعُ رَاحَتَيْهِ عَلَى

[1] أخرجه البخاري في كتاب الأذان باب سنة الجلوس في التشهد، حديث رقم (828). میں نے ایک مستقل رسالہ اسی ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی صفۃ صلاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق حدیث پر لکھا ہے جس میں اس کے تمام طرق اور زیادات کو جمع کیا ہے، اور اس کے ساتھ حدیث المسیء صلاتہ کو بھی اس کے طرق اور زیادات کے ساتھ ذکر کیا ہے، اور یہ مکتبہ دار الہجرۃ نے طبع کیا ہے۔

رُكْبَتَيْهِ"

(میں نے ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ کو رسول ﷺ کے دس صحابہ کرام کے درمیان جن میں ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بھی تھے کہتے سنا:

ابو حمید نے فرمایا: میں آپ لوگوں میں سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی نماز کے بارے میں جانتا ہوں!

لوگوں نے کہا: وہ کیسے؟ کیونکہ اللہ کی قسم! آپ ہم سے زیادہ نہ رسول اللہ ﷺ کے پیروی کرتے تھے، نہ ہم سے پہلے رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں آئے تھے!

انہوں نے کہا: بالکل (یہ بات ٹھیک ہے لیکن بہر حال مجھے رسول اللہ ﷺ کی نماز کا طریقہ زیادہ یاد ہے)۔

اس پر لوگوں نے کہا: (اگر آپ زیادہ جانتے ہیں) تو پیش کیجئے!

انہوں نے بتایا کہ: رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو اپنے دونوں ہاتھ کندھوں کے بالمقابل اٹھاتے۔

پھر تکبیر (تکبیر تحریمہ) کہتے یہاں تک کہ ہر ہڈی اپنے مقام پر سیدھی ہو جاتی۔

پھر آپ ﷺ قرأت کرتے، پھر اللہ أکبر کہتے، اور دونوں ہاتھ اٹھاتے یہاں تک کہ انہیں اپنے دونوں کندھوں کے مقابل کر لیتے۔

پھر رکوع کرتے اور اپنی دونوں ہتھیلیوں کو اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھتے)۔

(وفي رواية عند أبي داود: وقال: وَقَالَ: فَإِذَا رَكَعَ أَمْكَنَ كَفَّيْهِ مِنْ رُكْبَتَيْهِ وَفَرَّجَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ ثُمَّ هَصَرَ ظَهْرَهُ غَيْرَ مُقْنِعٍ رَأْسَهُ وَلَا صَافِحٍ بِخَدِّهِ)

(اور ابو داود کی ایک روایت میں ہے: جب آپ رکوع کرتے تو اپنی دونوں ہتھیلیوں کو اپنے دونوں گھٹنوں پر جماتے اور اپنی انگلیوں کے درمیان کشادگی رکھتے، پھر اپنی پیٹھ جھکاتے تو نہ سر کو اونچا کرتے نہ منہ کو دائیں یا بائیں جانب موڑتے (بلکہ سیدھا قبلہ کی جانب رکھتے))۔

"ثُمَّ يَعْتَدِلُ فَلَا يَصُبُّ رَأْسَهُ وَلَا يُقْنِعُ، ثُمَّ يَرْفَعُ رَأْسَهُ، فَيَقُولُ: سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، ثُمَّ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَتَّى يُحَاذِيَ بِهِمَا مَنْكِبَيْهِ مُعْتَدِلًا، ثُمَّ يَقُولُ: اللهُ أَكْبَرُ، ثُمَّ يَهْوِي إِلَى الْأَرْضِ فَيُجَافِي يَدَيْهِ عَنْ جَنْبَيْهِ، ثُمَّ يَرْفَعُ رَأْسَهُ وَيَثْنِي

رِجْلَهُ الْيُسْرَى فَيَقْعُدُ عَلَيْهَا وَيَفْتَحُ أَصَابِعَ رِجْلَيْهِ إِذَا سَجَدَ وَيَسْجُدُ“

(پھر (رکوع میں پیٹھ اور سر) سیدھا رکھتے، سر کو نہ زیادہ جھکاتے اور نہ ہی پیٹھ سے بلند رکھتے۔

پھر اپنا سر اٹھاتے اور سمع اللہ لمن حمدہ کہتے، پھر اپنا دونوں ہاتھ اٹھاتے یہاں تک کہ سیدھا ہو کر انہیں اپنے دونوں کندھوں کے مقابل کرتے۔

پھر اللہ أکبر کہتے، پھر زمین کی طرف جھکتے تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے دونوں پہلوؤں سے جدا رکھتے، پھر اپنا سر اٹھاتے اور اپنے بائیں پیر کو موڑتے اور اس پر بیٹھتے، اور جب سجدہ کرتے تو اپنے دونوں پیر کی انگلیوں کو موڑ کر نرم رکھتے اور (دوسرا) سجدہ کرتے)۔

(وفی روایة عند أبي داود نحو هذا، قَالَ: فَإِذَا سَجَدَ وَضَعَ يَدَيْهِ غَيْرَ مُفْتَرِشٍ وَلَا قَابِضِهِمَا، وَاسْتَقْبَلَ بِأَطْرَافِ أَصَابِعِهِ الْقِبْلَةَ)

(اور اس جیسی روایت ابو داود میں ہے کہ فرمایا: جب آپ سجدہ کرتے تو اپنے دونوں ہاتھ زمین پر رکھتے، نہ ہی انہیں بچھاتے اور نہ ہی انہیں سمیٹے رکھتے، اور اپنی انگلیوں کے کناروں کو موڑ کر قبلہ رخ رکھتے)

(وفی روایة عند أبي داود: قَالَ: وَإِذَا سَجَدَ فَرَّجَ بَيْنَ فَخِذَيْهِ غَيْرَ حَامِلٍ بَطْنَهُ عَلَى شَيْءٍ مِنْ فَخِذَيْهِ)

(اور ابو داود کی ایک روایت میں ہے: جب آپ نے سجدہ کیا تو اپنے پیٹ کو اپنی دونوں رانوں کے کسی حصہ پر اٹھائے بغیر اپنی دونوں رانوں کے درمیان فاصلہ رکھا)

”ثُمَّ يَقُولُ: اللهُ أَكْبَرُ، وَيَرْفَعُ رَأْسَهُ وَيَثْنِي رِجْلَهُ الْيُسْرَى فَيَقْعُدُ عَلَيْهَا حَتَّى يَرْجِعَ كُلُّ عَظْمٍ إِلَى مَوْضِعِهِ“

(پھر اللہ أکبر کہتے اور (دوسرے سجدہ سے) اپنا سر اٹھاتے اور اپنا بایاں پیر موڑتے اور اس پر بیٹھتے یہاں تک کہ ہر ہڈی اپنی جگہ پر واپس آجاتی)

(وفی روایة عند أبي داود قَالَ فِيهِ: ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ يَعْنِي مِنَ الرُّكُوعِ، فَقَالَ: سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ وَرَفَعَ يَدَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: اللهُ أَكْبَرُ فَسَجَدَ فَانْتَصَبَ عَلَى كَفَّيْهِ وَرُكْبَتَيْهِ وَصُدُورِ قَدَمَيْهِ وَهُوَ سَاجِدٌ، ثُمَّ كَبَّرَ فَجَلَسَ فَتَوَرَّكَ وَنَصَبَ قَدَمَهُ الْأُخْرَى، ثُمَّ كَبَّرَ فَسَجَدَ، ثُمَّ كَبَّرَ فَقَامَ وَلَمْ يَتَوَرَّكْ)

(اور ابو داود کی ایک روایت ہے جس میں فرمایا: پھر آپ ﷺ نے اپنا سر اٹھایا (یعنی رکوع سے) اور سمع الله لمن حمده اللهم ربنا لك الحمد کہا، اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے، پھر اللہ اکبر کہا اور سجدے میں گئے اور سجدے کی حالت میں اپنی دونوں ہتھیلیوں، گھٹنوں اور اپنے دونوں قدموں کے اگلے حصہ پر جمے رہے، پھر اللہ اکبر کہہ کر بیٹھے تو تورک کیا (یعنی کولہوں پر بیٹھے) اور اپنے دوسرے قدم کو کھڑا رکھا، پھر اللہ اکبر کہا اور سجدہ کیا، پھر اللہ اکبر کہا اور (سجدہ سے اٹھ کر) کھڑے ہو گئے، اور تورک نہیں کیا)۔

(وفی روایة عند أبی داود وقال: فَإِذَا قَعَدَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ قَعَدَ عَلَى بَطْنِ قَدَمِهِ الْيُسْرَى وَنَصَبَ الْيُمْنَى، فَإِذَا كَانَ فِي الرَّابِعَةِ أَفْضَى بِوَرِكِهِ الْيُسْرَى إِلَى الْأَرْضِ وَأَخْرَجَ قَدَمَيْهِ مِنْ نَاحِيَةٍ وَاحِدَةٍ)

(اور ابو داود کی ایک روایت میں فرمایا: پھر جب دو رکعت کے بعد بیٹھتے تو بائیں پاؤں کے تلوے پر بیٹھتے اور داہنا پاؤں کھڑا رکھتے، پھر جب آپ چوتھی رکعت میں ہوتے، تو اپنا بایاں کولہا زمین پر لگاتے اور اپنے دونوں پاؤں ایک جانب (یعنی داہنی طرف) نکالتے)۔

”ثُمَّ يَصْنَعُ فِي الْأُخْرَى مِثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ إِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى يُحَاذِيَ بِهِمَا مَنْكِبَيْهِ كَمَا كَبَّرَ عِنْدَ افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ“

(پھر دوسری رکعت میں بھی ایسا ہی کرتے۔

پھر جب دوسری رکعت سے اٹھتے تو اللہ اکبر کہتے، اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے یہاں تک کہ انہیں اپنے دونوں کندھوں کے بالمقابل لے جاتے جس طرح کہ نماز شروع کرنے کے وقت اللہ اکبر کہا تھا)۔

(وفی روایة عند أبی داود قال: ثُمَّ جَلَسَ بَعْدَ الرَّكْعَتَيْنِ حَتَّى إِذَا هُوَ أَرَادَ أَنْ يَنْهَضَ لِلْقِيَامِ قَامَ بِتَكْبِيرَةٍ، ثُمَّ رَكَعَ الرَّكْعَتَيْنِ الْأُخْرَيَيْنِ، وَلَمْ يَذْكُرِ التَّوَرُّكَ فِي التَّشَهُّدِ)

(اور ابو داود کی ایک روایت میں فرمایا: پھر آپ دونوں رکعتوں کے بعد بیٹھے، یہاں تک کہ جب (تیسری رکعت کے لیے) اٹھنے کا ارادہ کیا تو اللہ اکبر کہتے ہوئے کھڑے ہو گئے، پھر بعد والی دونوں رکعتیں ادا کیں۔ اور راوی نے تشہد میں تورک کا ذکر نہیں کیا)۔

”ثُمَّ يَصْنَعُ ذَلِكَ فِي بَقِيَّةِ صَلَاتِهِ حَتَّى إِذَا كَانَتِ السَّجْدَةُ الَّتِي فِيهَا التَّسْلِيمُ أَخَّرَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى وَقَعَدَ مُتَوَرِّكًا عَلَى شِقِّهِ الْأَيْسَرِ، قَالُوا: صَدَقْتَ، هَكَذَا كَانَ يُصَلِّي ﷺ“

(پھر اپنی بقیہ نماز میں بھی اسی طرح کرتے۔

یہاں تک کہ جب اس سجدہ سے فارغ ہوتے جس میں سلام پھیرنا ہوتا، تو اپنے بائیں پیر کو اپنے داہنے پیر کے نیچے سے نکال کر اپنے بائیں کولہے پر بیٹھتے۔

اس پر ان لوگوں نے کہا: آپ نے سچ کہا، اسی طرح آپ ﷺ نماز پڑھتے تھے)۔

اور ابو داود کی ایک روایت میں ہے: عباس بن سہل سے روایت ہے کہ فرمایا:

”اجْتَمَعَ أَبُو حُمَيْدٍ، وَأَبُو أُسَيْدٍ، وَسَهْلُ بْنُ سَعْدٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ فَذَكَرُوا صَلَاةَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ أَبُو حُمَيْدٍ: أَنَا أَعْلَمُكُمْ بِصَلَاةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَذَكَرَ بَعْضَ هَذَا، قَالَ: ثُمَّ رَكَعَ فَوَضَعَ يَدَيْهِ عَلَى رُكْبَتَيْهِ كَأَنَّهُ قَابِضٌ عَلَيْهِمَا وَوَتَّرَ يَدَيْهِ فَتَجَافَى عَنْ جَنْبَيْهِ، قَالَ: ثُمَّ سَجَدَ فَأَمْكَنَ أَنْفَهُ وَجَبْهَتَهُ وَنَحَّى يَدَيْهِ عَنْ جَنْبَيْهِ وَوَضَعَ كَفَّيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ حَتَّى رَجَعَ كُلُّ عَظْمٍ فِي مَوْضِعِهِ حَتَّى فَرَغَ، ثُمَّ جَلَسَ فَافْتَرَشَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى وَأَقْبَلَ بِصَدْرِ الْيُمْنَى عَلَى قِبْلَتِهِ وَوَضَعَ كَفَّهُ الْيُمْنَى عَلَى رُكْبَتِهِ الْيُمْنَى وَكَفَّهُ الْيُسْرَى عَلَى رُكْبَتِهِ الْيُسْرَى وَأَشَارَ بِأُصْبُعِهِ“[2]

(ابو حمید، ابو اسید، سہل بن سعد اور محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہم اکٹھے ہوئے اور آپس میں رسول اللہ ﷺ کی نماز کا تذکرہ کیا تو ابو حمید نے فرمایا: میں رسول اللہ ﷺ کی نماز تم لوگوں سے زیادہ جانتا ہوں، پھر انہوں نے اس کے بعض حصے کا ذکر کیا۔

اور فرمایا: پھر آپ نے رکوع کیا تو دونوں ہاتھ دونوں گھٹنے پر رکھے گویا کہ آپ ان کو پکڑے ہوئے ہیں، اور اپنے دونوں ہاتھوں کو تیر کمان کی تانت کی طرح کیا اور انہیں اپنے دونوں پہلوؤں سے جدا رکھا۔

---

[2] یہ روایات ابو داود نے کتاب الصلاۃ، باب افتتاح الصلاۃ حدیث رقم 730 میں روایت کی ہیں۔ اور یہ الفاظ قبول کے مرتبے پر ہیں۔ اور ابو حمید رضی اللہ عنہ کی حدیث کے کتب سنت سے مروی سیاق کو جاننے کے لیے اس رسالے کی جانب رجوع کریں جس کا ہم نے کچھ دیر پہلے اپنی سابقہ تعلیق میں ذکر کیا تھا۔

فرمایا: پھر آپ نے سجدہ کیا تو اپنی ناک اور پیشانی زمین پر جمائی اور اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنی دونوں بغلوں سے جدا رکھا اور اپنی دونوں ہتھیلیاں اپنے دونوں کندھوں کے بالمقابل رکھیں، پھر اپنا سر اٹھایا یہاں تک کہ ہر ہڈی اپنی جگہ پر لوٹ آئی (آپ نے ایسے ہی کیا) یہاں تک کہ (دوسری رکعت کے دونوں سجدوں سے) فارغ ہو گئے۔

پھر بیٹھے تو اپنا بایاں پیر بچھالیا اور داہنے پیر کی انگلیاں قبلہ رخ کیں، اور دائیں گھٹنے پر داہنی اور بائیں گھٹنے پر بائیں ہتھیلی رکھی اور اپنی انگلی سے اشارہ کیا)۔

اور جو حدیث مسیء الصلاۃ ہے تو اس کی دو روایات ہیں، ایک ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے اور دوسری رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ سے ہے۔ میں ان میں سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ والی روایت یہاں نقل کروں گا جیسا کہ صحیح البخاری[3] میں ہے، ساتھ میں ان زیادات کا بھی اضافہ کروں گا جو ابو داود کی روایت میں ہے۔

پھر میں رفاعہ رضی اللہ عنہ والی روایات جو کہ سنن ابی داود[4] میں موجود ہیں بعض کو بعض کے ساتھ جمع کر کے نقل کروں گا۔

حدیث مسیء الصلاۃ روایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

”أَنَّ رَجُلًا دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَصَلَّى، وَرَسُولُ اللهِ ﷺ فِي نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ، فَجَاءَ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ، فَقَالَ لَهُ: ارْجِعْ فَصَلِّ، فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ، فَرَجَعَ فَصَلَّى ثُمَّ سَلَّمَ، فَقَالَ: وَعَلَيْكَ، ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ، قَالَ فِي الثَّالِثَةِ: فَأَعْلِمْنِي“

(ایک شخص مسجد میں داخل ہوا پس اس نے نماز پڑھی جبکہ رسول اللہ ﷺ مسجد کے ایک کنارے تشریف رکھتے تھے۔ پھر وہ آیا اور آپ ﷺ کو سلام کیا، تو آپ نے فرمایا کہ: جا پھر نماز پڑھ، کیونکہ تو نے تو نماز پڑھی ہی نہیں۔

وہ واپس گیا اور نماز پڑھی، پھر سلام کیا۔ آپ نے فرمایا: تجھ پر بھی (سلام ہو) واپس جا اور نماز پڑھ کیونکہ تو نے تو نماز پڑھی ہی نہیں۔

---

[3] اسے البخاری نے مختلف مواقع پر روایت کیا ہے، اور جو لفظ میں نے یہاں نقل کیے ہیں وہ کتاب الایمان والنذور، باب اذا حدث ناسیا فی الایمان، حدیث رقم 6667 اور صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب وجوب قراءۃ الفاتحۃ فی کل رکعۃ حدیث رقم 397 کے ہیں۔

[4] سنن میں کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ من لم یقم صلبہ فی الرکوع والسجود، حدیث رقم 856۔

کہتے ہیں کہ: تیسری مرتبہ کے بعد اس نے عرض کی: تو آپ مجھے سکھا دیجئے!)۔

(وفی روایة أبی داود: وَالَّذِی بَعَثَكَ بِالْحَقِّ، مَا أُحسِنُ غَيْرَ هٰذَا فَعَلِّمْنِی)

(اور ابو داود کی ایک روایت میں ہے کہ: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، مجھے اس سے بہتر نہیں آتی، پس آپ مجھے سکھا دیجئے)۔

"قَالَ: إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ، فَأَسْبِغْ الْوُضُوءَ، ثُمَّ اسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ، فَكَبِّرْ وَاقْرَأْ بِمَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ، ثُمَّ ارْكَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا، ثُمَّ ارْفَعْ رَأْسَكَ حَتَّى تَعْتَدِلَ قَائِمًا، ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَسْتَوِیَ وَتَطْمَئِنَّ جَالِسًا، ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَسْتَوِیَ قَائِمًا، ثُمَّ افْعَلْ ذَلِكَ فِی صَلَاتِكَ كُلِّهَا"

(آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم نماز کے لیے کھڑے ہوا کرو تو پہلے پوری اچھی طرح وضوء کر لیا کرو۔
پھر قبلہ رخ ہو کر تکبیر کہو، اور جو کچھ قرآن مجید میں سے تمہارے لیے آسان ہو وہ پڑھا کرو۔
پھر رکوع کرو اور سکون کے ساتھ رکوع میں رہو۔ (پھر جب سکون کے ساتھ رکوع کر چکو)
تو اپنا سر اٹھاؤ یہاں تک کہ مکمل سکون و اعتدال کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ۔
پھر سجدہ کرو، یہاں تک کہ سجدے کی حالت میں مکمل سکون حاصل کر لو۔
پھر سر اٹھاؤ، یہاں تک کہ بالکل سیدھے ہو جاؤ اور اطمینان سے بیٹھ جاؤ۔
پھر سجدہ کرو، یہاں تک کہ سجدے کی حالت میں مکمل سکون حاصل کر لو۔ (اور جب اطمینان سے سجدہ کر لو تو)
سر اٹھاؤ یہاں تک کہ بالکل سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔
پھر یہی عمل تم اپنی پوری نماز میں کرو)۔

(وفی روایة أبی داود: فَإِذَا فَعَلْتَ هَذَا، فَقَدْ تَمَّتْ صَلَاتُكَ وَمَا انْتَقَصْتَ مِنْ هَذَا شَيْئًا، فَإِنَّمَا انْتَقَصْتَهُ مِنْ صَلَاتِكَ)

(اور ابو داود کی ایک روایت میں ہے کہ: جب تم نے ایسا کر لیا تو تم نے اپنی نماز مکمل کر لی، اور جتنا کچھ تم اس میں کمی کوتاہی کرو گے تو اتنا ہی تمہاری نماز میں سے کمی ہو گی)۔

حدیث مسيء الصلاۃ روایت ابو رفاعہ رضی اللہ عنہ

علی بن یحیی بن خلاد اپنے چاچا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوا۔۔۔ پھر انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے جیسی حدیث بیان کی۔

اور اس میں کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”إِنَّهُ لَا تَتِمُّ صَلَاةٌ لِأَحَدٍ مِنَ النَّاسِ حَتَّى يَتَوَضَّأَ فَيَضَعَ الْوُضُوءَ يَعْنِي مَوَاضِعَهُ“

(بے شک لوگوں میں سے کسی بھی شخص کی نماز اس وقت تک مکمل و صحیح نہیں ہوتی، جب تک وہ اچھی طرح سے وضوء نہ کرے)۔

(وفی روایة: إِنَّهَا لَا تَتِمُّ صَلَاةُ أَحَدِكُمْ حَتَّى يُسْبِغَ الْوُضُوءَ كَمَا أَمَرَهُ اللهُ فَيَغْسِلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ، وَيَمْسَحَ بِرَأْسِهِ وَرِجْلَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ)

(اور ایک روایت میں ہے: بے شک تم میں سے کسی کی نماز مکمل و صحیح نہیں ہوتی یہاں تک کہ وہ اچھی طرح سے وضوء کرے جس طرح اللہ تعالیٰ نے اسے حکم دیا ہے، یعنی وہ اپنا منہ اور دونوں ہاتھ کہنیوں تک دھوئے، اور اپنے سر کا مسح کرے اور دونوں پاؤں ٹخنوں تک (دھوئے))

”ثُمَّ يُكَبِّرُ وَيَحْمَدُ اللهَ جَلَّ وَعَزَّ وَيُثْنِي عَلَيْهِ وَيَقْرَأُ بِمَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ“

(پھر اللہ اکبر کہے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرے، اور قرآن سے جتنا آسان ہو پڑھے)۔

(وفی روایة: إِذَا قُمْتَ فَتَوَجَّهْتَ إِلَى الْقِبْلَةِ فَكَبِّرْ، ثُمَّ اقْرَأْ بِأُمِّ الْقُرْآنِ وَبِمَا شَاءَ اللهُ أَنْ تَقْرَأَ)

(اور ایک روایت میں ہے: جب تم (نماز کے لیے) کھڑے ہو اور اپنا قبلہ رخ ہو جاؤ تو تکبیر (تکبیر تحریمہ) کہو، پھر ام القرآن (سورۃ الفاتحہ) پڑھو اور قرآن مجید میں سے جتنا اللہ تمہارے لیے چاہے وہ پڑھ لو)۔

(وفی روایة: فَتَوَضَّأْ كَمَا أَمَرَكَ اللهُ جَلَّ وَعَزَّ، ثُمَّ تَشَهَّدْ فَأَقِمْ، ثُمَّ كَبِّرْ، فَإِنْ كَانَ مَعَكَ قُرْآنٌ فَاقْرَأْ بِهِ، وَإِلَّا فَاحْمَدِ اللهَ وَكَبِّرْهُ وَهَلِّلْهُ)

(اور ایک روایت میں ہے: پھر وضوء کرو جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے، پھر تشہد (أَشْهَد أَنْ لَا إِلَه إِلَّا اللَّه وَأَنَّ

مُحَمَّدًا رَسُول اللَّه) پڑھو (یعنی وضوء کے بعد والی دعاء جس میں تشہد ہوتا ہے وہ پڑھو یا پھر اس سے مراد ہے اذان دو جس میں تشہد ہوتا ہے)، پھر اقامت کہو، پھر تکبیر الله اکبر کہو، پھر اگر تمہیں کچھ قرآن یاد ہو تو اسے پڑھو، ورنہ تحمید، تکبیر و تہلیل یعنی الحمد لله، الله أكبر، لا إله إلا الله کہو)

"ثُمَّ يَقُولُ: اللهُ أَكْبَرُ، ثُمَّ يَرْكَعُ حَتَّى تَطْمَئِنَّ مَفَاصِلُهُ"

(پھر کہے: الله اکبر، پھر اطمینان کے ساتھ اس طرح رکوع کرے کہ سب جوڑ اپنی جگہ پر سکون سے آجائیں)۔

(وفی روایة: وَإِذَا رَكَعْتَ فَضَعْ رَاحَتَيْكَ عَلَى رُكْبَتَيْكَ وَامْدُدْ ظَهْرَكَ)

(اور ایک روایت میں ہے: پھر جب رکوع کرو تو اپنی دونوں ہتھیلیاں اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھو اور اپنی پیٹھ پھیلا کر برابر رکھو)۔

"ثُمَّ يَقُولُ: سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ حَتَّى يَسْتَوِيَ قَائِمًا، ثُمَّ يَقُولُ: اللهُ أَكْبَرُ، ثُمَّ يَسْجُدُ حَتَّى تَطْمَئِنَّ مَفَاصِلُهُ"

(پھر سمع الله لمن حمده کہے یہاں تک کہ سیدھا کھڑا ہو جائے، پھر الله اکبر کہے، پھر اطمینان سے اس طرح سجدہ کرے کہ اس کے جسم کے سارے جوڑ اپنی جگہ پر آجائیں)۔

(وفی روایة: وَقَالَ: إِذَا سَجَدْتَ فَمَكِّنْ لِسُجُودِكَ، فَإِذَا رَفَعْتَ فَاقْعُدْ عَلَى فَخِذِكَ الْيُسْرَى)

(اور ایک روایت میں ہے: جب تم سجدہ کرو تو اپنے سجدوں میں (پیشانی کو) ٹکائے رکھو، اور جب (سجدے سے) سر اٹھاؤ تو اپنی بائیں ران پر بیٹھو)۔

"ثُمَّ يَقُولُ: اللهُ أَكْبَرُ وَيَرْفَعُ رَأْسَهُ حَتَّى يَسْتَوِيَ قَاعِدًا، ثُمَّ يَقُولُ: اللهُ أَكْبَرُ، ثُمَّ يَسْجُدُ حَتَّى تَطْمَئِنَّ مَفَاصِلُهُ، ثُمَّ يَرْفَعُ رَأْسَهُ فَيُكَبِّرُ، فَإِذَا فَعَلَ ذَلِكَ فَقَدْ تَمَّتْ صَلَاتُهُ"

(پھر الله اکبر کہے اور اپنا سر (سجدے سے) اٹھائے یہاں تک کہ سیدھا بیٹھ جائے۔

پھر الله اکبر کہے پھر (دوسرا) سجدہ سکون سے اس طرح کرے کہ سب جوڑ اطمینان میں آجائیں۔

پھر (سجدے سے) اپنا سر اٹھائے اور الله اکبر کہے، جب اس نے ایسا کر لیا تو اس کی نماز پوری ہو گئی)۔

(وفی روایة: ثُمَّ يُكَبِّرَ فَيَسْجُدَ فَيُمَكِّنَ وَجْهَهُ، قَالَ هَمَّامٌ: وَرُبَّمَا، قَالَ: جَبْهَتَهُ مِنَ الْأَرْضِ، حَتَّى تَطْمَئِنَّ مَفَاصِلُهُ وَتَسْتَرْخِيَ، ثُمَّ يُكَبِّرَ فَيَسْتَوِيَ قَاعِدًا عَلَى مَقْعَدِهِ وَيُقِيمَ صُلْبَهُ. فَوَصَفَ الصَّلَاةَ هَكَذَا أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ حَتَّى فَرَغَ، لَا تَتِمُّ صَلَاةُ أَحَدِكُمْ حَتَّى يَفْعَلَ ذَلِكَ)

(اور ایک روایت میں ہے: پھر وہ اللہ اکبر کہے اور سجدہ کرے تو اپنا چہرہ زمین پر ٹکا دے۔ ہمام کہتے ہیں: کبھی راوی نے یوں کہا: اپنی پیشانی زمین پر ٹکا دے یہاں تک کہ اس کے جوڑ آرام پالیں اور ڈھیلے ہو جائیں، پھر اللہ اکبر کہے اور اپنے بیٹھنے کی جگہ پر سیدھا بیٹھ جائے اور اپنی پیٹھ سیدھی کرلے۔ پھر نماز کی چاروں رکعتوں کی کیفیت فارغ ہونے تک اسی طرح بیان کی (پھر فرمایا) تم میں سے کسی کی نماز اس وقت تک مکمل نہیں ہوتی جب تک کہ وہ ایسا نہ کرے)۔

(وفی روایة: فَإِذَا جَلَسْتَ فِي وَسَطِ الصَّلَاةِ فَاطْمَئِنَّ وَافْتَرِشْ فَخِذَكَ الْيُسْرَى ثُمَّ تَشَهَّدْ، ثُمَّ إِذَا قُمْتَ فَمِثْلَ ذَلِكَ حَتَّى تَفْرُغَ مِنْ صَلَاتِكَ)

(اور ایک روایت میں ہے: جب تم نماز کے بیچ میں بیٹھو تو اطمینان وسکون سے بیٹھو اور اپنی بائیں ران کو بچھالو، پھر تشہد پڑھو، پھر جب کھڑے ہو تو ایسا ہی کرو یہاں تک کہ تم اپنی نماز سے فارغ ہو جاؤ)۔

(وفی روایة: وَإِنِ انْتَقَصْتَ مِنْهُ شَيْئًا انْتَقَصْتَ مِنْ صَلَاتِكَ)[5]

(اور ایک روایت میں ہے: اگر تم نے اس میں سے کچھ کم کیا تو اپنی نماز میں سے کم کیا)۔

فرمان نبوی ﷺ: "صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي" کے فہم سے متعلق اصول وقواعد

ابو قلابہ سے روایت ہے کہ ہمیں مالک نے حدیث بیان کی کہ:

"أَتَيْنَا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَنَحْنُ شَبَبَةٌ مُتَقَارِبُونَ، فَأَقَمْنَا عِنْدَهُ عِشْرِينَ يَوْمًا وَلَيْلَةً، وَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ رَحِيمًا رَفِيقًا، فَلَمَّا ظَنَّ أَنَّا قَدِ اشْتَهَيْنَا أَهْلَنَا أَوْ قَدِ اشْتَقْنَا سَأَلَنَا عَمَّنْ تَرَكْنَا بَعْدَنَا، فَأَخْبَرْنَاهُ، قَالَ: ارْجِعُوا إِلَى

---

5 میں نے ایک جزء (کتابچہ) اس پر الگ سے تیار کیا ہے جس میں حدیث مسيء الصلاة کے طرق وروایات کو جمع کیا ہے، اور اسے میں نے "حديث المسيء صلاته بتجميع طرقه وزياداته" کا نام دیا ہے، اسے مکتبہ دار الہجرہ نے طبع کیا ہے۔ جو روایات وزیادات کو زیادہ جمع کرنے کا خواہش مند ہو تو وہ اس کتابچے کی جانب رجوع کرے۔

أَهْلِيكُمْ، فَأَقِيمُوا فِيهِمْ وَعَلِّمُوهُمْ وَمُرُوهُمْ، وَذَكَرَ أَشْيَاءَ أَحْفَظُهَا أَوْ لَا أَحْفَظُهَا وَصَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي، فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ أَحَدُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ أَكْبَرُكُمْ"[6]

(ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم سب ہم عمر اور نوجوان ہی تھے۔ پس آپ کی خدمت میں ہمارا بیس دن و رات قیام رہا۔ اور رسول اللہ ﷺ نہایت ہی رحم دل اور ملنسار تھے۔ جب آپ ﷺ نے دیکھا کہ ہمیں اپنے اہل وعیال واپس جانے کی خواہش یا شوق پیدا ہو رہا ہے تو آپ ﷺ نے پوچھا کہ تم لوگ اپنے گھر کسے چھوڑ کر آئے ہو، تو ہم نے آپ کو بتادیا۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ: اچھا اب تم اپنے اہل وعیال کے پاس جاؤ اور ان گھر والوں کے ساتھ رہو، اور انہیں بھی (دین) سکھاؤ اور (دین کی باتوں پر عمل کرنے کا) حکم کرو۔ اور انہوں نے (مالک نے) بہت سی چیزوں کا ذکر کیا جن کے متعلق راوی کہتے ہیں وہ باتیں مجھ کو یاد ہیں یا یوں کہا مجھ کو یاد نہیں۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسی طرح نماز پڑھنا جیسے تم نے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے، اور جب نماز کا وقت آجائے تو کوئی ایک اذان دے اور جو تم میں سب سے بڑا ہو وہ (نماز میں) امامت کروائے)۔

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے الفاظ آئے ہیں کہ:

"صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي"

(نماز ایسے پڑھو جیسے مجھے پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو)۔

یہاں سوال اٹھتا ہے کہ آپ ﷺ کی جانب سے اس بات کو ہم کس طرح سمجھیں؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ ان شاء اللہ ان مندرجہ ذیل نکات کی روشنی میں اس فرمان کو سمجھا جائے گا جن میں، میں نے بعض ان استدلال کے قواعد کی وضاحت کی ہے جو ان نصوص کی دلالت کے فہم کی کیفیت کو بیان کرتے ہیں جو نبی ﷺ کی نماز کی صفت و کیفیت کے تعلق سے وارد ہوئے ہیں۔

1- جو کچھ ہم تک نبی ﷺ کے نماز سے متعلق افعال کی حکایت کو نقل کیا گیا ہے تو وہ اللہ تعالی کے اس فرمان کا بیان ہے:

﴿وَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ﴾ (البقرۃ: 43)

---

[6] أخرجه البخاري في كتاب الأذان للمسافر إذا كانوا جماعة، الحديث رقم 631، ومسلم في كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب من أحق بالإمامة، حديث رقم 674، دون قوله: "صلوا كما رأيتموني أصلي".

(اور نماز قائم کرو)

اور یہ ایک اصولی قاعدہ ہے کہ جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ایسے تمام افعال جو کتاب اللہ کا بیان ہوں تو وہ اس کو تمام کرنے والے ہیں، لہذا آپ ﷺ کے اس فعل کا حکم وہی ہو گا جس چیز کی وضاحت میں وہ فعل ہو گا[7]۔

اب جیسا کہ نماز واجب ہے تو اصل اصول یہی ہے کہ آپ ﷺ کے تمام افعال جو ہم تک نقل ہوئے نماز کی کیفیت کے تعلق سے وہ بھی واجب ہیں۔ کیونکہ جو چیز واجب کے بیان ووضاحت میں ہو تو وہ بھی واجب ہوتی ہے۔ اور اس کی مزید تاکید آپ ﷺ کے اس فرمان سے ہوتی ہے کہ:

”صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي“

(نماز ایسے پڑھو جیسے مجھے پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو)۔

اور یہ اس لیے کہ کوئی ایسا قرینہ بھی نہیں آیا ہے جو اس کے وجوب کو پھیر سکے۔

اور یہ بات تمام اقوال میں سے اولیٰ ہے: یعنی جو کچھ بھی مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ سے نبی ﷺ کی نماز کی صفت کے متعلق آیا ہے یا ان کے کسی ساتھی سے وہ سب وجوب پر ہی محمول ہو گا یہاں تک کہ اس کے خلاف کچھ ثابت نہ ہو جائے (یعنی وجوب سے کم کا حکم)، کیونکہ بلاشبہ یہی وہ لوگ تھے جن کو براہ راست رسول اللہ ﷺ نے مخاطب کر کے یہ بات فرمائی تھی!

اور اولیت کا پہلو اس میں یہ ہے کہ لفظ سے حاصل ہونے والا عموم ہی اصل ہوتا ہے، اور اسی پر آپ ﷺ کا یہ عام خطاب دلالت کرتا ہے:

”صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي“

(نماز ایسے پڑھو جیسے مجھے پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو)۔

اور اس تفسیر کی روشنی میں جو میں نے بیان کی اور یہ ذکر کیا کہ یہ اولیٰ ہے، اور اس قید کو بھی ملحوظ رکھیں جو آخر میں بیان کی یعنی جو میں نے کہا کہ: جب تک کوئی اس کو اس کی اصل سے پھیرنے والا قرینہ نہ آجائے۔ تو پھر اس صورت میں حدیث کا یہ معنی ہوا

---

[7] افعال الرسول ﷺ ودلالتها على الاحكام 164-166۔

کہ:

”مجھ سے نماز کی وہ صفت و کیفیت سیکھ لو جس طرح تم مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔ اور اس میں سے جان لو کہ کیا وجوب کے لیے ہے یا استحباب کے لیے ہے یا رکنیت کے لیے ہے“۔

لہذا جب ہم صفۃ صلاۃ (نماز کی کیفیت) کی طرف آتے ہیں اور کوئی ایسی بات نہیں آتی جو اس کے حکم کو پھیرنے والی ہو تو پھر اصل اصول یہی ہے کہ یہ وجوب کے لیے ہے۔

2- ہر وہ افعال و اقوال جن کی نبی ﷺ نے نماز میں مداومت و پابندی اختیار کی تو اصل یہی ہے کہ وہ وجوب کے لیے ہے۔ جب تک کوئی ایسی دلیل نہیں آجاتی جو اس بات پر دلالت کرتی ہو کہ آپ ﷺ نے اسے چھوڑا ہو، اگرچہ ایک بار ہی کیوں نہ ہو، اس صورت میں اسے استحباب پر محمول کیا جائے گا۔

3- ایسے نصوص جو خاموش ہوں جو نماز سے متعلق رسول اللہ ﷺ کے کسی فعل کی نہ صراحت کے ساتھ نفی کرتے ہوں یا صراحت کے ساتھ ان کو ثابت کرتے ہوں، لیکن کسی دوسری نص سے یہ ثابت ہو کہ آپ ﷺ نے اس کا حکم دیا یا اس پر عمل کیا، تو یہ اس بات پر دلالت کرنے کے لیے کافی نہیں کہ کوئی کہے نبی ﷺ نے اس پر مداومت اختیار نہیں کی ہوگی، کیونکہ یہ احتمال باقی رہتا ہے کہ صحابی نے نبی ﷺ کی نماز کی کیفیت میں سے بس تب بیان کیا جب اس کی ضرورت تھی، یا کسی اور وجہ سے جیسے روایت کو مختصر کرنے کے سبب، یا صحابی نبی ﷺ کے اس فعل پر متنبہ نہ ہوا تھا۔ لہذا نص کا خاموش ہونا کافی دلالت نہیں ہے کہ نبی ﷺ کے کسی فعل پر عدم مداومت کو ثابت کیا جائے!

4- ایسے نصوص جو صراحت کے ساتھ نبی ﷺ کی نماز کے کسی قول یا فعل کو ثابت کرتے ہوں، اگر کسی دوسری نص میں اس کی صراحت کے ساتھ نفی آجائے تو وہ اس فعل یا قول کے عدم وجوب پر دلالت کرتی ہے۔ کیونکہ بے شک آپ ﷺ کا اسے کبھی کبھار چھوڑنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ واجب نہیں۔

البتہ اگر کسی دوسرے نصوص میں کسی غیر کا قول یا فعل آپ ﷺ سے مروی ہو تو وہ اختلاف تنوع کے باب میں سے ہوگا۔

5- جو کچھ بھی مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ نے صفت نماز کے متعلق روایت کیا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا جس پر آپ ﷺ نے انہیں اور جو ان کے ساتھ تھے یہ فرمایا کہ:

”صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي“

(نماز ایسے پڑھو جیسے مجھے پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو)۔

اس کے متعلق یہ نہیں کہا جائے گا کہ آپ ﷺ نے جو کیا تھا ان میں سے کچھ ایسا بھی تھا جو آپ نے بڑی عمر اور بھاری جسم کی وجہ سے کرلیا ہو۔ کیونکہ مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

(ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم سب ہم عمر اور نوجوان ہی تھے)۔

اگر جو افعال رسول اللہ ﷺ نے اپنی نماز میں اس وقت کیے وہ نماز کی سنتوں میں سے نہ ہوتے رسول اللہ ﷺ پر ان کا بیان کرنا لازم تھا، لہذا آپ ﷺ کا اس کے بیان سے سکوت اختیار کرنا گویا کہ بیان ووضاحت کی اشد ضرورت کے وقت اسے مؤخر کرنے کے باب میں شمار ہوگا، جو کہ ناجائز ہے۔

6- جو کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم سے نماز کی صفات وہیئت کے متعلق وارد ہوا ہے ان کے بارے میں اصل یہ ہے کہ یہ مرفوع ہیں (یعنی نبی ﷺ سے ہی انہوں نے سیکھا ہوگا) کیونکہ عبادات میں اصل توقیف ہے (یعنی کتاب وسنت کے تابع)۔ لہذا یہ بات نامعقول ہے کہ کوئی صحابی نماز میں کوئی چیز بے بنیاد کرے۔ اسی لیے نماز کی ہیئت سے متعلق جو کچھ صحابہ سے ثابت ہو اس سے استدلال کرنا ٹھیک ہے۔

ان استدلال میں سے یہ ہے کہ صحابہ سے صحیح طور پر ثابت ہے کہ وہ جلسۂ استراحت (دوسری اور چوتھی رکعت کے لیے اٹھنے سے پہلے تھوڑا سا بیٹھنا) نہیں کیا کرتے تھے اس لیے کہ یہ جلسۂ استراحت واجب نہیں۔ کیونکہ بے شک یہ بات ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کبھی اسے کرتے اور کبھی نہیں کرتے، لہذا جو صحابہ ایسا نہیں کرتے تھے تو وہ اسی بنیاد پر نہیں کرتے تھے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسے کرتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔

7- مسيء الصلاۃ والی حدیث سے فقہاء بہت زیادہ استدلال کرتے ہیں، اور اس سے استدلال کرنے کے احوال ان مندرجہ ذیل حالتوں سے خالی نہیں:

1- یا تو وہ جو کچھ اس میں بیان ہوا اس کے وجوب پر استدلال کرتے ہیں۔

2- یا وہ اس میں جو کچھ بیان نہیں ہوا اس کے عدم وجوب پر استدلال کرتے ہیں۔

3- یا کسی فعل کی عدم حرمت پر استدلال کرتے ہیں کیونکہ اس کی کسی ضد کا اس حدیث میں ذکر نہیں آیا، اس قول کی بنیاد پر کہ کسی چیز کی نہی کرنے میں اس کی کسی ضد کے کرنے کا حکم متضمن ہوتا ہے۔

یہ وہ احوال ہیں جو غور وفکر کرنے سے سامنے آتے ہیں، جن کا الگ الگ قسم میں ہم جائزہ لیں گے جو مندرجہ ذیل ہیں:

جہاں تک بات ہے حدیث مسيء الصلاۃ سے جو کچھ اس میں بیان ہوا اس کے وجوب پر استدلال کی، تو ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ م702ھ نے اپنے اس فرمان سے یہ بات مقرر فرمائی کہ:

”اس میں وارد باتوں کو واجب کہنے کا سبب وہ امر (حکم) ہے جس کے ساتھ ان باتوں کو حدیث میں جوڑا گیا ہے“[8]۔

یہ اس جانب اشارہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو حکم دیا کہ نماز بالکل اسی طرح سے پڑھنا جس طرح تم نے مجھے پڑھتے ہوئے دیکھا ہے، اور یہ بات کافی ہے جو کچھ اس میں بیان ہوا اس کے وجوب کو ثابت کرنے کے لیے۔ اور اس کا اصل محل یہی ہے کہ جب تک کوئی ایسا قرینہ نہ آجائے جو اس کے وجوب کو پھیر دے۔

اور رہی بات حدیث مسيء الصلاۃ سے جو کچھ اس میں ذکر نہیں ہوا اس کے عدم وجوب پر استدلال کرنے کی تو اسے بھی ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس قول سے مقرر کیا کہ:

”جہاں تک بات ہے اس حدیث میں وارد نہ ہونی والی باتوں کے عدم وجوب کی تو وہ محض اس وجہ سے نہیں کہ اصل حالت عدم وجوب ہوتی ہے بلکہ بات اس سے کچھ بڑھ کر ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ یہ موقع تعلیم کا اور لاعلم کے سامنے بیان کرنے کا موقع ہے، اور نماز کے واجبات کا تعارف دینا ہے، لہذا یہ سب اس بات کا تقاضہ کرتا ہے کہ جو کچھ ذکر کیا اس میں صرف واجبات پر انحصار کیا جائے، اور اس حصر کے مرتبے کو مزید تقویت اس سے ملتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نمازی کو ان واجبات نماز کا بھی بتایا جس میں اس نے کوتاہی کی تھی اور اس کا بھی بتایا جس میں نہیں کی تھی۔ تو یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ان باتوں پر اقتصار نہیں کیا تھا جو اس نمازی کی کوتاہی سے متعلق تھیں“[9]۔

میں یہ کہتا ہوں: یہ بات جو ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ نے مقرر فرمائی ہے اور اسی پر بعض فقہاء چلتے ہیں ان چیزوں کے عدم وجوب پر استدلال کرنے کے بارے میں جو حدیث مسيء الصلاۃ میں ذکر نہیں ہوئیں محل نظر ہے، مندرجہ ذیل وجوہات کی بنا پر:

اگر کوئی بات اس حدیث مسيء الصلاۃ سے زائد ثابت ہو اور اس کا آنا امر (حکم) کے صیغے کے ساتھ ہو، تو کیا یہ حدیث اس دوسری والی حدیث کے وجوب کو استحباب کی طرف پھیرنے کا قرینہ بن سکتی ہے؟

---

[8] احکام الاحکام 2/2۔

[9] احکام الاحکام 2/2-3۔

اس کے جواب میں تفصیل کی ضرورت ہے، کیونکہ امر کا صیغہ جو حدیث مسيء الصلاۃ سے کسی زائد بات کے لیے آیا ہے:

یا تو وہ حدیث مسيء الصلاۃ سے تاریخ کے اعتبار سے پہلے کا ہوگا۔

یا اس کے بعد کا ہوگا۔

یا پھر اس کی تاریخ ہی معلوم نہ ہوگی۔

چناچہ پہلی حالت میں حدیث مسيء الصلاۃ کو امر کے صیغے کو وجوب سے استحباب کی طرف پھیرنے کے سلسلے میں استعمال کرنا صحیح ہوگا، سابقہ بات جو ہم نے مقرر کی اس کے مطابق، وہ بات یہ تھی کہ یہ موقع دراصل تعلیم کا موقع تھا۔۔۔الخ، اور یہ بات الشوکانی رحمہ اللہ نے اختیار کی ہے۔

الا یہ کہ یہ بھی کہا جاسکتا ہے: زیادہ سے زیادہ اس حدیث کو یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس میں بعض واجبات پر سکوت اختیار کیا گیا ہے، اس لیے کیونکہ اس نماز میں غلطی کرنے والے کو لازماً اس کا پتہ ہی ہوگا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بس ان باتوں کی تعلیم دی جس میں اس نے غلطیاں کی تھیں۔ اور اس نے اس بات میں جو (کسی دوسری حدیث میں) امر کے صیغے سے آئی ہے غلطی نہیں تھی۔ لہذا اگرچہ یہ حدیث تاریخی اعتبار سے اس سے پہلے ہی کی کیوں نہ ہو لیکن پھر بھی یہ دوسری والی حدیث دلالت میں اس سے راجح ہے، اور اس حدیث کو (دوسری حدیث میں وارد) وجوب کو پھیرنے کے لیے استعمال نہیں کیا جاسکتا۔

امام ابن القیم الجوزیہ رحمہ اللہ علیہ 751ھ فرماتے ہیں:

”جہاں تک بات ہے کہ فلاں چیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث مسيء الصلاۃ میں اس نمازی کو نہیں بتلائی تو اس سے بہت زیادہ لوگ حجت پکڑتے ہیں نماز میں کسی عمل کے عدم واجب ہونے پر۔ حالانکہ یہ اس پر دلالت نہیں کرتا! کیونکہ اس غلطی کرنے والے نے نماز کے ہر ہر حصے میں غلطی نہیں کی تھی۔۔۔ اور یہ بات بھی ہے کہ اگر ہم مان لیں اس نے (جس کے عدم وجوب پر استدلال کیا جارہا ہے) اس میں بھی غلطی کی تھی پھر بھی زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوگا کہ تعلیم کا ترک کرنا کسی واجب سے برئ الذمہ ہونے کے برابر ہے (یعنی اگر واجب ہوتا تو ضرور اس کی اس وقت تعلیم دیتے)۔ لیکن اسے ان منقولہ دلائل پر کس طرح مقدم کیا جاسکتا ہے جس میں خود اس مسئلے کا حکم دیا گیا ہے (یعنی جس مسئلے کو تعلیم میں ذکر نہ ہونے کے سبب عدم واجب باور کروایا جارہا ہے)؟!“ [10]۔

[10] تہذیب سنن ابی داود 1/51 باختصار۔

میں یہ کہتا ہوں: یہ بات اسے قوت بخشتی ہے کہ جب امر آئے تو اس پر اس کی حقیقت کے مطابق عمل کیا جائے اور حدیث مسيء الصلاۃ اس کی صلاحیت نہیں رکھتی کہ وہ اس کے وجوب کو پھیر دے۔ اگرچہ وہ تاریخ میں اس سے پہلے کا امر ہی کیوں نہ ہو۔ اور اسی بات کو ابن دقیق العید رحمہ اللہ علیہ نے اختیار کیا ہے۔ کیونکہ آپ نے بھی بعض فقہاء کے اس حدیث میں عدم ذکر ہونے والی باتوں کے عدم وجوب پر استدلال کو مقرر کرنے کے بعد، واپس سے پلٹ کر یہ فرمایا:

"ہمارے نزدیک یہ بات ہے کہ اگر کسی چیز کے عدم وجوب پر دلیل اسے بنایا جاتا ہے کہ اس حدیث میں اس کا ذکر نہیں، لیکن کسی دوسری حدیث میں اس امر کے صیغے کے ساتھ اس کا ذکر ہے تو اسی صیغۂ امر کو مقدم کیا جائے گا۔ حالانکہ ممکن ہے کہ کہا جائے: یہ حدیث عدم وجوب پر دلیل ہے، اور امر کا صیغہ ندب (استحباب) کے لیے ہے۔

لیکن ہمارے نزدیک یہ بات زیادہ قوی ہے۔ کیونکہ عدم وجوب ایک دوسرے مقدمے پر موقوف ہے اور وہ ہے کہ: کسی روایت میں عدم ذکر اس معاملہ کے عدم ذکر پر دلیل ہوتا ہے۔ اور یہ اس مقدمے کے علاوہ ہے جو ہم نے شروع میں مقرر کیا۔ اور وہ تھا کہ عدم ذکر عدم وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ اس سے یہ مراد بنتی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کسی معاملے کا عدم ذکر اس کے عدم وجوب پر دلالت کرتا ہے کیونکہ یہ بیان و وضاحت کا مقام تھا۔ اور اس معاملے کا وہاں ذکر نہ ہونا الگ چیز ہے اس سے کہ روایت میں عدم ذکر ہو۔

اور روایت میں عدم ذکر اسی بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس معاملے میں اسے ذکر نہیں کیا گیا اس طور پر کہ یوں کہا جاتا ہے: اگر ایسا ہوتا تو ضرور ذکر کرتے یا اصل بات عدم ہونا ہے (وجود کے لیے دلیل چاہیے)۔

اور یہ مقدمہ اس اصول کے مقابلے میں کمزور ہے کہ امر وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ جس دوسری حدیث میں امر کا صیغہ ہے وہ ایک اضافی بات کو ثابت کررہی ہے تو چاہیے کہ اس پر عمل کیا جائے۔

اور یہ ساری کی ساری بحث اس بنیاد پر ہے کہ امر کا صیغہ وجوب کے لیے ہوتا ہے[11]، اور یہی اس کے بارے میں ظاہر ہے۔ اور اس کے مخالفت کہنے والا دراصل اسے اس کی حقیقت سے نکال رہا ہوتا ہے اس دلیل کے ساتھ کہ عدم ذکر ہے۔ تو ایک صاحب نظر محقق موازنہ کرتا ہے اس گمان کے مابین کہ روایت میں عدم ذکر سے یہ ثابت ہوتا ہے اور اس گمان کے مابین کے امر کا

---

[11] الصنعانی العدۃ حاشیۃ احکام الاحکام 2 / 365 میں فرماتے ہیں: امر کا صیغہ وجوب کے لیے ہوتا ہے اس بات کو اصول میں جمہور نے اختیار کیا ہے اس کے مقررہ دلائل کی بنیاد پر۔

صیغہ وجوب کے لیے ہوتا ہے، جبکہ ہمارے نزدیک دوسری بات زیادہ راجح ہے“[12]۔

میں یہ کہتا ہوں: ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ کا مطلقاً صیغۂ امر کو ترجیح دینا جو حدیث مسيء الصلاۃ پر زائد آیا ہو بنا کسی تفصیل کے کہ وہ صیغۂ امر اس کے پہلے کا ہے یا بعد کا، تو یہ دقیق وباریک بینی پر مبنی تحقیق ہے ابن دقیق العید کی طرف سے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ: ہم دو آراء کے مابین ہیں:

پہلی: رائے یہ ہے کہ حدیث مسيء الصلاۃ یہ صلاحیت رکھتی ہے کہ اس حدیث کے علاوہ جو امر کے صیغے احادیث میں آئے ہیں وہ اسے پھیر دے، اگر اس امر کی تاریخ اس حدیث مسيء الصلاۃ سے پہلے کی ہوگی، اس بات کا اعتبار کرتے ہوئے کہ اس روایت میں عدم ذکر دلالت کرتا ہے اس معاملے کے عدم ذکر پر۔

دوسری رائے: یہ ہے کہ حدیث مسيء الصلاۃ یہ صلاحیت نہیں رکھتی کہ وہ اپنے علاوہ کسی دوسری حدیث میں وارد امر کے صیغے کو پھیر دے۔ اگرچہ اس امر کی تاریخ اس حدیث مسيء الصلاۃ سے پہلے ہی کی کیوں نہ ہو، اس اعتبار سے کہ روایت میں عدم ذکر دلالت کرتا ہے اس معاملے کے عدم ذکر پر اس طرح کہ کہا جائے: اگر ایسا ہوتا تو ضرور ذکر کیا جاتا یا اصل حالت عدم ہونا ہے، لہذا (ان کے مطابق) روایت میں عدم ذکر اس معاملے کے عدم ذکر پر دلالت نہیں کرتا۔ اور یہ بھی کہ اس حدیث میں جو امر ہو گا وہ ایک زائد بات کو ثابت کر رہا ہو گا جس پر عمل کیا جانا چاہیے۔

میرے نزدیک جو راجح ہے واللہ اعلم وہ دوسری رائے ہے کیونکہ میرے نزدیک اس میں کوئی شک نہیں کہ واقعی اس حدیث میں نماز کی صفت وہیئت سے متعلق بہت سے وہ مقررہ واجبات ذکر ہوئے ہیں جب سے نماز مشروع ہوئی۔ پھر میرے نزدیک حدیث مسيء الصلاۃ کی تاریخ بھی ثابت نہیں ہوئی ہے[13]۔ ساتھ ہی جو تحقیق ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کی ہے وہ غایت

---

[12] احکام الاحکام 2/4-5۔

[13] بعض روایات اس بات کی صراحت کرتی ہیں کہ یہ نماز میں غلطی کرنے والے خلاد بن رافع الزرقی رضی اللہ عنہ تھے، جیسا کہ ”الاصابۃ“ 1/453-454 میں آپ کے سوانح میں ذکر ہے۔ اور خلاد کی وفات کے متعلق اختلاف ہے: پس ابن الکلبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خلاد بدر میں قتل کر دیے گئے، لیکن ان کا ذکر شہداء بدر میں ان کے علاوہ کسی نے نہیں کیا۔ اور ابو عمر بن عبد البر النمری رحمۃ اللہ علیہ م 463ھ ”الاستیعاب“ 1/416 میں فرماتے ہیں: کہا جاتا ہے کہ ان کی ایک روایت ہے، اھ۔ اور ابن الاثیر رحمۃ اللہ علیہ ”اسد الغابۃ“ 2/141 میں ابن عبد البر کی عبارت پر تعلیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں: یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی زندہ رہے، اھ۔ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ م 852ھ ”الاصابۃ“ 1/454 میں فرماتے ہیں: اس سے یہ نکلا کہ خلاد مسيء الصلاۃ والے ہیں اور رفاعہ رضی اللہ عنہ ان کے بھائی ہیں جو اس حدیث کو روایت کرتے ہیں، اگر خلاد بدر میں شہید ہو گئے تھے تو یہ قصہ بدر سے پہلے کا ہو گا جسے رفاعہ نے نقل کیا، واللہ اعلم۔ اھ

درجے کی ہے، واللہ اعلم۔

جبکہ دوسری حالت میں یعنی جس میں صیغۂ امر والی حدیث کا جس میں حدیث مسيء الصلاۃ سے زائد کوئی امر ہو کی تاریخ کا پتہ ہو کہ وہ حدیث بعد کی ہے تو اس حالت میں حدیث مسيء الصلاۃ کو ایک زائد امر کے صیغۂ امر کو وجوب سے ندب (استحباب) کی طرف پھیرنا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ زائد کو لینا واجب ہے اس لیے کہ جو حدیث کسی زائد امر کا ذکر کرتی ہے تو اس پر عمل کیا جاتا ہے۔ یہ قول صحیح نہیں کہ تمام واجبات بس اس حدیث مسيء الصلاۃ میں محصور ہیں۔ کیونکہ اس سے تو بہت سے مشہور واجبات کا عدم وجوب لازم آتا ہے جیسے تشہد اور سلام، حالانکہ اس کا تو کوئی بھی قائل نہیں۔ یعنی کوئی بھی اس بات کا قائل نہیں کہ ان واجبات کا جو مجموعہ ہے وہ واجب اس لیے نہیں ہیں کیونکہ ان کا ذکر اس حدیث مسيء الصلاۃ میں نہیں آیا!

الشوکانی رحمہ اللہ م 1250ھ فرماتے ہیں:

”اگر صیغۂ امر آجائے تو وہ فیصلہ کن ہے جو اس حدیث سے زائد کسی امر کو بیان کرتا ہو یعنی حدیث مسيء الصلاۃ سے۔۔۔ اگرچہ وہ اس سے پہلے کا ہو، یہ اسے پھیرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ کیونکہ شرعی واجبات میں وقتاً فوقتاً تجدید ہوتی رہتی ہے۔ ورنہ تو لازم آئے گا کہ شرعی واجبات بس وہ پانچ ہیں جو ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کی حدیث میں مذکور ہیں یعنی نماز، روزہ، حج، زکوۃ وشہادتین۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم کے موقع پر ہی ان پر اکتفاء کیا جبکہ سوال تمام واجبات سے متعلق تھا تو اس سے باطل لازم آئے گا اور وہی حکم ملزوم کا بھی ہو گا“[14]۔اھ

جبکہ جو تیسری حالت ہے کہ جس میں اس صیغۂ امر والی حدیث کا جس میں حدیث مسيء الصلاۃ سے زائد کوئی امر ہے زمانہ ہی معلوم نہ ہو تو محتاط بات یہی ہے کہ زائد امر کو لیا جائے اور اس کا التزام کیا جائے۔ کیونکہ بلاشبہ اصل اصول تو یہی ہے کہ امر وجوب پر باقی رہتا ہے، واللہ اعلم۔

یہ بھی کہا گیا کہ:

بلکہ جو زائد امر ہے اسے بطور وجوب کے لیا جائے نا کہ احتیاط کے، وہ اس وقت جب وہ صیغۂ امر کے ساتھ آیا ہو۔ کیونکہ حدیث کی دلالت اس بات پر کہ جو کچھ اس حدیث مسيء الصلاۃ میں ذکر نہیں ہوا وہ واجب نہیں اگرچہ کسی حدیث میں وارد جو امر کا صیغہ ہے وہ تاریخ میں اس سے متقدم ہو یہ دلالت کمزور ہے اس دلالت کے مقابلے میں کہ امر وجوب کے لیے ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ والی دلالت اس بات پر مبنی ہے کہ اس میں وہ معاملہ ذکر نہیں ہوا۔۔۔ الخ آخر تک جو سابقہ بحث گزری ہے۔ جب اس

---

[14] نیل الاوطار 2/298-299۔

وقت یہ حال ہو جبکہ ہمیں معلوم بھی تھا کہ امر کا صیغہ حدیث مسيء الصلاة سے پہلے کا ہے تو پھر بالاولیٰ اگر ہم اس صیغے کا زمانہ ہی نہ جانتے ہوں اس کا حکم ہو گا!

یہاں یہ نہیں کہا جا سکتا:

اصل برأت ذمہ اور عدم وجوب ہوتا ہے[15]۔ کیونکہ اس کا تعقب اس طور پر کیا جاتا ہے کہ اصل برأت ذمہ تو ہے لیکن جب تک اسے مشغول کرنے والی کوئی چیز وارد نہ ہو، جبکہ یہاں جس قسم کا حکم دینے والا صیغۂ امر آگیا ہے جو کسی فعل کے کرنے کا حکم دے رہا ہے وہ اس حدیث مسيء الصلاة سے ایک زائد امر ہے۔ کیونکہ یہ ذمہ خالی نہیں لوٹ رہا بلکہ وہ اس امر کے حکم کے ساتھ مشغول کر دیا گیا، جو کہ واجب کے لیے!

اور اس لیے کہ امام ابن القیم رحمہ اللہ 751ھ کی ایک بہت عمدہ تحقیق ہے جس میں وہ ان پر رد کرتے ہیں جو حدیث مسيء الصلاة سے مطلق طور پر استدلال کرتے ہیں کہ جو اس میں وارد نہیں وہ واجب نہیں۔ آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اس کا جواب مختلف پہلوؤں سے دیا جا سکتا ہے:

1- بے شک یہ جو حدیث مسيء الصلاة ہے متاخرین نے اسے اپنا مرجع بنایا ہے ہر اس عمل کے وجوب کی نفی کے لیے جس کے وجوب کا وہ انکار کرتے ہیں، اور اس کی طاقت سے بڑھ کر اس پر بوجھ ڈالا ہے اور جس بھی مسئلے کے واجب ہونے میں اختلاف ہو اس کی نفی کرنے میں اس کے استعمال میں مبالغہ کرتے ہیں۔

پس جو کوئی بھی فاتحہ کے وجوب کی نفی کرتا ہے وہ اس سے استدلال کرتا ہے۔

پس جو کوئی بھی سلام پھیرنے کے وجوب کی نفی کرتا ہے وہ اس سے استدلال کرتا ہے۔

اور جو کوئی بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجنے کے وجوب کی نفی کرتا ہے وہ اس سے استدلال کرتا ہے۔

اور جو کوئی بھی ایک رکن سے دوسرے رکن جاتے ہوئے منتقل ہونے کی تکبیر کے وجوب کی نفی کرتا ہے وہ اس سے استدلال کرتا ہے۔

حالانکہ یہ سب استدلال میں تساہل اور لاپرواہی ہے، ورنہ تحقیق کرنے پر ان مندرجہ بالا چیزوں میں سے کسی کی وجوب کی یہ نفی

---

[15] جیسا کہ الشوکانی نے نیل الاوطار 2/299 میں فرمایا۔

نہیں کرتا۔ بلکہ زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس کے وجوب یا نفی سے سکوت اختیار کیا گیا ہے۔ لہذا ان کا وجوب ان دلائل سے ثابت کرنا جو ان کے وجوب کے موجب ہیں میں کوئی تعارض نہیں ؟!

اگر کہا جائے: آپ ﷺ کا کسی غیر امر شدہ بات سے سکوت اختیار فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ واجب نہیں، کیونکہ وہ وضاحت وبیان کا مقام تھا، اور وضاحت وبیان کی اس کے ضرورت کے وقت سے تاخیر کرنا جائز نہیں۔

تو یہ جواب دیا جائے گا: اس طور پر کسی کا اس سے یوں استدلال کرنا ممکن نہیں، کیونکہ اس سے تو یہ لازم آتا ہے کہ: تشہد واجب نہیں، نہ جلوس، نہ ہی سلام، نہ نیت، نہ سورۃ الفاتحہ کی قرآت، نہ ہی کوئی ایسی چیز جس کا اس حدیث میں ذکر نہیں۔ اور اس سے بھی بعید تر بات تو یہ ہے کہ اس طرح تو نہ قبلہ رخ ہونا واجب ہے نہ ہی نماز کو اس کے وقت پر پڑھنا، کیونکہ آپ ﷺ نے اس حدیث میں ان کا حکم نہیں دیا، اور یہ تو کوئی بھی نہیں کہتا[16]۔

اگر تم لوگ کہو: آپ ﷺ نے انہیں صرف اس چیز کی تعلیم دی جس میں ان سے کوتاہی ہوئی تھی، لہذا اس نے ان امور میں (جو ذکر ہوئے کہ اس میں وارد نہیں) کوتاہی نہیں کی تھی (اس لیے ذکر بھی نہیں کیا گیا)!

تو آپ سے کہا جائے گا: تو پھر آپ بھی اپنے مخالفین کے اس جواب پر قناعت کریں ہر اس چیز کے بارے میں جس کے وجوب کی آپ نفی کرتے ہیں اس حدیث مسيء الصلاۃ کی وجہ سے۔

2- جن باتوں کا نبی ﷺ نے نماز کے اجزاء میں سے حکم دیا ہے وہ ظاہر دلیل ہے ان کے وجوب کی، جبکہ حدیث مسيء الصلاۃ میں ان کے حکم دینے کو ترک کرنے میں بہت سے امور کا احتمال ہے جیسے:

اس نے ان باتوں میں کوتاہی کی ہی نہ ہو۔

وہ اس کے بعد واجب ہوئے ہوں۔

آپ ﷺ نے اسے صرف بڑے بڑے اور اہم ارکان سکھائے ہوں۔ اور باقی کے احکام کو اس پر چھوڑ دیا ہو کہ وہ خود مجھے نماز

---

16 حدیث مسيء الصلاۃ کی بعض روایات میں ان میں سے کچھ باتوں کا ذکر آیا ہے جیسا کہ اس رسالے کی جانب رجوع کرکے معلوم کیا جا سکتا ہے جو میں نے الگ سے اسی حدیث مسيء الصلاۃ کی طرق اور زیادات کو جمع کرکے مرتب کیا ہے جسے مکتبہ دار الہجرۃ نے طبع کیا ہے، لہذا اس حدیث سے اس طریقے سے استدلال تو ٹھیک نہیں کہ ان تمام امور کے وجوب کی نفی ہو رہی ہو، البتہ امام ابن القیم رحمہ اللہ کو جو جو روایات اس حدیث کی ملی ہوں گی اسی کے حساب سے آپ نے ایسا کلام فرمایا ہے۔ واللہ اعلم۔

پڑھتا ہوا دیکھ لے گا۔ یا بعض صحابہ اسے تعلیم دے دیں گے۔ کیونکہ آپ ﷺ انہیں ایک دوسرے کو تعلیم دینے کے لیے کہا کرتے تھے۔ اور یہ بات ان کے یہاں بالکل جان پہچانی تھی کہ لاعلم شخص کی تعلیم اور گمراہ کی رہنمائی کی جائے گی۔ اور آخر اس میں ایسی کیا نا ممکن بات ہے کہ نبی ﷺ اسے بعض باتوں کی تعلیم دیں اور دیگر بعض باتوں کی تعلیم اسے آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم دیں؟

پس جب یہ احتمالات پائے جاتے ہیں تو پھر یہ مشتبہ و مجمل حدیث ان دلائل کے متعارض نہیں ہو سکتیں جن میں نبی ﷺ پر درود وسلام بھیجنے کے وجوب کا ذکر ہے اور اس کے علاوہ نماز کے واجبات کا، چہ جائیکہ اسے ان پر مقدم کیا جائے۔ چناچہ صریح و محکم کو مشتبہ و مجمل پر مقدم رکھنا واجب ہے، واللہ اعلم"[17]۔

جہاں تک بات ہے اس حدیث مسیء الصلاۃ سے کسی عمل کے عدم حرام ہونے پر استدلال کیونکہ اس عمل کی ضد کا اس حدیث میں ذکر نہیں، تو اس سے استدلال کو ابن دقیق العید رحمہ اللہ نے مقرر فرمایا ہے اپنے اس قول سے:

"ہر وہ مقام جس کے حرام ہونے میں اختلاف ہو تو آپ اس حدیث سے استدلال کر سکتے ہیں اس کے غیر حرام ہونے پر۔ کیونکہ اگر وہ حرام ہوتا تو اس کے جو ضد ہے اسے کرنے کی بات ہوتی، کیونکہ بے شک کسی بھی چیز سے منع کرنا اس کی مخالف چیز میں سے کسی کے حکم کرنے کو لازم کرتی ہے۔ اگر اس کی ضد پر عمل پیرا ہونا واجب ہوتا تو جو بات ہم نے مقرر کی اس کے مطابق اس کا ذکر ہونا ضروری ہوتا۔ لہذا نہی کے لوازم میں سے ہے اس کی ضد کا امر کرنا۔ اس کی ضد کا امر کرنے کے لوازم میں سے ہے اس کا اس حدیث میں ذکر ہونا جو کچھ ہم نے مقرر کیا ہے اس کے مطابق۔ لہذا اگر اس کا ذکر اس میں نہیں یعنی اس ضد پر عمل پیرا ہونے کا تو اس کا ملزوم بھی نہیں ہو سکتا جو کہ اس ضد کا امر ہونا ہے۔ اور جب اس ضد کے امر کا ہونا پایا نہ جائے تو اس کا ملزوم جو کہ اس چیز سے نہی ہے وہ بھی نہیں پایا جائے گا"۔ اھ[18]

میں یہ کہتا ہوں کہ: یہ جو آپ نے مقرر کیا تھوڑا بحث کرنے کا موقع ہے (یعنی اس سے اختلاف کیا جا سکتا ہے)۔

یہ کہا جائے گا:

1- کیا یہ اصولی قاعدہ متفق علیہ ہے کہ بلاشبہ کسی چیز سے نہی اس کی کسی ضد کے امر کو متضمن ہوتی ہے؟

---

[17] جلاء الافہام فی الصلاۃ والسلام علی خیر الانام ص 206-207۔

[18] احکام الاحکام 2/3۔

الصنعانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”اصولی اعتبار سے یہ اختلافی مسئلہ ہے، بہت دقیق ہے، جس کے قائل بڑے آئمہ گزرے ہیں، اور دوسری آئمہ ہی نے اس کی مخالفت بھی کی ہے، اور اس بارے میں کلام بہت طویل ہے“۔ اھ[19]

جب معاملہ ایسا ہے تو اسے کس طرح سے مسلمہ اصولوں میں سے گنا جاسکتا ہے؟!

2- اگر نماز میں کسی بات سے ممانعت آئی ہو جس کا ذکر حدیث مسيء الصلاة میں نہ ہو تو اس کی کسی ضد کا امر کیا جائے گا، تو کیا ہم وارد شدہ نہی کو کالعدم قرار دے کر اس پر عمل نہیں کریں گے؟

جواب: یہاں سابقہ بحث و تحقیق کی طرف جانا ہوگا کہ اگر حدیث مسيء الصلاة سے ہٹ کر کوئی زائد امر آئے گا صیغۂ امر کے ساتھ، تو اس کی طرف ہی رجوع کیا جائے گا۔

تو یہ بعض مقدمات تھے، میں یہ کہتا ہوں کہ:

نماز کی چابی طہارت ہے۔ تو پھر ان اہم ترین احکام میں سے جن کا ایک مسلمان کو اپنی نماز کے تعلق سے سیکھنا ضروری ہے وہ طہارت کے احکام ہیں جس کا مطلب ہے حدث (جن سے وضوء ٹوٹتا ہے) کو رفع کرنا اور نجاست کا ازالہ کرنا۔

علی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”مِفْتَاحُ الصَّلَاةِ الطُّهُورُ“[20]

(نماز کی چابی طہارت ہے)۔

اور ہمام بن منبہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ وہ فرما رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”لَا تُقْبَلُ صَلَاةُ مَنْ أَحْدَثَ حَتَّى يَتَوَضَّأَ“

(جس کو حدث لاحق ہو (یعنی اس کا وضوء ٹوٹا ہو) تو اس کی نماز قبول نہیں جب تک وہ وضوء نہ کرلے)۔

---

[19] العدۃ حاشیۃ احکام الاحکام 2/361۔

[20] اسے امام ابو داود نے اپنی سنن 61 میں روایت کیا ہے اور شیخ البانی نے صحیح ابی داود میں اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔

حضر موت کے ایک شخص نے پوچھا اے ابو ہریرہ! حدث کیا ہے؟

آپ نے فرمایا:

”فُسَاءٌ أَوْ ضُرَاطٌ“[21]

(ہلکی ہوا خارج ہونا یا زور سے)۔

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ۭ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ۭ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰي سَفَرٍ اَوْ جَاۗءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَاۗىِٕطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَاۗءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَاۗءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ۭ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ (المائدۃ: 6)

(اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم نماز کے لیے اٹھو تو اپنے منہ اور اپنے ہاتھ کہنیوں تک دھو لو اور اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پاؤں ٹخنوں تک (دھو لو)، اور اگر جنبی ہو تو غسل کر لو، اور اگر تم بیمار ہو، یا کسی سفر پر، یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے آیا ہو، یا تم نے عورتوں سے مباشرت کی ہو، پھر کوئی پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی کا قصد کرو، پس اس سے اپنے چہروں اور ہاتھوں پر مسح کر لو۔ اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر کوئی تنگی کرے اور لیکن وہ چاہتا ہے کہ تمہیں پاک کرے اور تا کہ وہ اپنی نعمت تم پر پوری کرے، تا کہ تم شکر کرو)

پس جو پہلا حکم ہے وہ نماز سے متعلق ہے: یعنی طہارت جس کا مطلب ہے حدث کو رفع کرنا اور نجاست کا ازالہ کرنا۔

لہٰذا ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ طہارت کے احکام سیکھے جیسے وضوء، غسل، موزوں پر مسح کرنا، تیمم، غسل جنابت، غسل حیض اور پانی کے احکام وغیرہ جن پر کتاب الطہارۃ مشتمل ہوتی ہے۔

ہم احکام طہارت کی جانب اس تنبیہ پر اکتفاء کرتے ہیں۔ اس لیے بھی کہ اس شخص کی حدیث جس نے نماز بگاڑ کر پڑھی تھی،

---

[21] أخرجه البخاري في كتاب الوضوء باب لا تقبل صلاة بغير طهور، حديث رقم 135، واللفظ له، ومسلم كتاب الطهارة باب وجوب الطهارة حديث رقم 225.

اس نے بھی جب رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ مجھے سکھا دیجیے میں کیسے نماز پڑھوں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ، فَأَسْبِغْ الْوُضُوءَ"

(جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو اچھی طرح سے وضوء کر لیا کرو)۔

تو جس چیز سے سب سے پہلے ابتداء کی وہ طہارت کے احکام تھے۔

جب آپ نے یہ جان لیا اور اس پر متنبہ ہو گئے تو ہم اس اشارہ پر ہی کفایت کرتے ہیں اور ان شاء اللہ احکام طہارت کے متعلق الگ سے درس ہو گا۔

تصدیق نامہ

مندرجہ بالا مواد توحیدِ خالص ڈاٹ کام کی جانب سے نظر ثانی کیا گیا ہے اور ہمارے علم کے مطابق اس میں کتاب وسنت اور فہم سلف صالحین کے مخالف کوئی بات مندرج نہیں۔ آپ اگر ٹائپنگ وغیرہ میں کوئی بھی غلطی محسوس کریں تو ضرور مطلع فرمائیں۔ اسی طرح سے اگر ترجمے میں کسی بھی قسم کی غلطی، تضاد، نقص یا ابہام پائیں، یا پھر اصل عربی متن کے مقتضی کے خلاف کوئی اور معنی ومفہوم بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہو، یا پھر تیار کردہ مواد میں کوئی بھی بات قرآن وسنت اور فہم سلف صالحین کے خلاف ہو تو ضرور ہمیں مطلع فرمائیں

info@tawheedekhaalis.com اور براہ مہربانی غلطی کی نشاندہی مکمل حوالے کے ساتھ کی جائے تاکہ فوری اصلاح ممکن ہو۔

یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہیے کہ ہم میں سے کوئی آپ کے دینی مسائل کا جواب یا فتوی دینے کا مجاز نہیں بلکہ اس سلسلے میں علماء کرام سے براہ راست رابطہ کیا جائے۔ البتہ اگر آپ کے پاس کوئی مفید تجاویز ہوں تو ہم اس پر ضرور غور کریں گے۔